اُن غریبوں کے اللہ کی راہ میں گھر جانے کا مطلب دین کے کام میں اُن کا اِس طرح مشغول ہو جانا تھا کہ وہ چل پھر کر اپنی روزی کمانے کی فرصت نہ رکھتے تھے، اور ایسے ذرائع بھی ان کو حاصل نہ تھے کہ وہ گھر سے کھا کر خدا کا کام کر سکیں۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے غنیمت اور فے کے اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیے تو ان کا ایک مصرف ایسے خادمانِ دین کی کفالت بھی تھا۔ پھر جن لوگوں کو حضورؐ نے امیر یا عامل، یا محصلِ زکوٰۃ وغیرہ مناصب پر مقرر کیا تو ان کے باقاعدہ مشاہرے بھی مقرر فرمائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے مختلف زمانوں میں مختلف حالات کے لیے جو تدبیر موزوں سمجھی وہ اختیار فرمائی۔ ان میں سے کسی تدبیر کو بھی ایسی سنّت قرار نہیں دیا جا سکتا جس کی پابندی ہر حال میں لازم ہو۔ جماعت اسلامی میں فارغ کارکن صرف اُسی صورت میں مقرر کیے گئے ہیں جبکہ جُزوقتی کارکنوں کی رضاکارانہ خدمات سے باقاعدگی کے ساتھ کام نہ چل سکتا ہو، اور ہمہ وقتی خدمات کے لیے ایسے کارکن بھی نہ مل سکتے ہوں جو گھر سے کھا کر اپنا سارا وقت خدا کے کام میں صرف کر سکیں۔

ہم جیسے کمزور لوگوں کے ہاتھوں اسلامی نظام کیسے برپا ہوگا اور کتنے دن چل سکے گا؟

سوال:- "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی جماعت، جن کے ہاتھوں اسلامی انقلاب برپا ہوا، اُن کے تقویٰ، قناعت، کفایت شعاری، جانی و مالی ایثار، توکل علی اللہ، اور شوقِ شہادت کا معیار اتنا اُونچا تھا کہ جس کا نمونہ موجودہ تحریک اسلامی کے کارکنوں میں پایا جانا تو درکنار اس کا سواں حصّہ بھی نایاب ہے۔ کس طرح ممکن ہے کہ وہ مہم سر کی جا سکے جو صحابہؓ نے سَر کی ہے۔ پھر ایسے بلند مرتبہ رہنماؤں اور کارکنوں کے ہاتھوں جو اسلامی انقلاب برپا ہوا وہ بھی معیاری صورت میں ۳۰ سال ہی چل سکا، صرف اس لیے کہ بعد میں آنے والے لوگوں کے درمیان پہلے صحابہ جیسے لوگ نہ تھے۔ اب جس معیار کے رہنما اور کارکن تحریک اسلامی میں ہیں ان کے ہاتھوں وہ انقلاب برپا ہونا اوّل تو سخت مشکل ہے، اور اگر وہ برپا ہو بھی جائے تو شاید ۳۰ دن بھی نہ چل سکے گا"

جواب:- یہ سوال تو ایک پورا خطبہ ہے تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کو اپنے نصب العین سے مایوس کر دینے کے لیے۔ اگر اس کا مقصد خود مایوس ہونا اور دوسروں میں مایوسی پیدا کرنا نہیں ہے، تو اِس معاملے پر اچھی طرح سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے اعلیٰ درجے کے مربی تھے اور

جیسا بلند ترین نمونہ حضورؐ نے اپنی زندگی کا لوگوں کے سامنے پیش کیا، اس طرح کا کوئی رہنما قیامت تک مسلمانوں کو میسر نہیں آسکتا۔ اسی طرح حضورؐ کی تعلیم و تربیت کی بدولت جیسے اعلیٰ درجے کے کارکن دعوتِ اسلامی کی خدمت انجام دینے کے لیے اُس وقت تیار ہوئے تھے، اُس پائے کے کارکن بھی تیار کر لینا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ اب کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم دینِ حق قائم کرنے کی کوشش ہی نہ کریں؟ اگر اس کام سے رُک جانے کے لیے یہی دلیل استعمال کی جائے تو اس کے دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں۔ یا تو دینِ باطل دنیا میں قائم ہو اور ہم اس کے تابع بن کر رہیں۔ یا پھر خود بھی دینِ باطل کے قائم کرنے میں لگ جائیں تاکہ دنیوی لذات اور فوائد و منافع سے تو اچھی طرح شادکام ہو سکیں۔ اس کے لیے کسی قسم کی بھی اخلاقی بلندی درکار نہیں ہے۔ صرف پستی کی طرف گرنا ہی ہے جو کسی محنت اور کوشش کے بغیر بآسانی ہو سکتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ نیک نیتی کے ساتھ وہ غلط طرزِ فکر اختیار کرتے ہیں جو اس سوال کے اندر مُضمر ہے انہوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ یہ طرزِ فکر آخرکار ہمیں کہاں پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ اس کے بجائے اگر وہ صحیح طور پر سوچتے تو سیدھی راہ اُن کے سامنے خود بخود واضح ہو جاتی۔ ایک مومن کے لیے سیدھی راہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ جس بلندی پر پہنچے ہوئے نظر آتے ہیں اُس کی طرف چڑھنے کے لیے وہ جتنی کوشش کر سکتا ہے کرے اور عمر بھر کرتا چلا جائے اور اپنی طرف سے اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ اس بلندی پر چڑھتے ہوئے اگر کوئی شخص تھک کر راستے میں گر جائے اور وہیں مر جائے تو وہ کامیاب ہے۔ لیکن اگر ایک آدمی یہ دیکھ کر کہ چڑھائی بہت اونچی ہے کھڈ کی طرف جانا شروع کر دے تو جائے گا بڑی آسانی سے لیکن گرے گا بھی ایسی جگہ جہاں اس کا پرزہ پرزہ بکھر کر رہ جائے گا۔ قرآن پاک کو آپ غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ انسان کو سیرت و اخلاق کی بلندیوں پر چڑھنے سے مایوس نہیں کرتا بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی "جس نے راہِ خدا میں مال دیا اور خدا کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا اُس کو ہم آسان راستے کی سہولت دیں گے"۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا صریح وعدہ ہے کہ وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ "جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ان کو اپنے راستوں کی ہدایت ہم خود دیں گے"۔ لہٰذا آپ اللہ کی راہ میں جان لڑائیں اور اُس سے توفیق مانگتے رہیں۔ اپنی ایک ایک کمزوری کو سمجھیں اور اُسے دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے اندر جو بہتر صلاحیتیں پائیں ان کو بھی اچھی طرح سمجھیں اور ان کو ترقی دینے

کی کوشش کریں۔ اس تزکیۂ نفس میں قرآن و حدیث اور سیرت پاک اور صحابہ و اخیار اُمت کی سیرتیں پڑھنے سے بھی بڑی مدد مل سکتی ہے، اور اگر جماعت کے سب افراد اس کوشش میں لگے ہوئے ہوں تو وہ سب بھی ایک دوسرے کے مددگار بن سکتے ہیں۔ اس طرح اپنے آپ کو پستیوں سے اُٹھانے اور بلندیوں کی طرف لے جانے کی جتنی کوشش بھی آپ اللہ کے بھروسے پر کریں گے اتنے ہی بلند مراتب پر اللہ تعالیٰ آپ کو پہنچا دے گا، کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ اللہ کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کرنا بجائے خود بھی انسان کی اصلاح و ترقی کا بہت بڑا ذریعہ ہے، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اسلام میں جو اخلاقی بلندی مطلوب ہے وہ باطل کے مقابلے میں لڑنے اور حق قائم کرنے کی کوشش میں جان لڑانے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ صحابۂ کرام کی جس بلندیِ مدارج کو دیکھ کر آپ پر حیرت اور مایوسی کا عالم طاری ہونے لگتا ہے وہ کسی گوشۂ عزلت میں چلّے کاٹنے کا ثمرہ نہ تھی بلکہ اللہ کی راہ میں مار کھانے، اذیتیں سہنے، قیدیں برداشت کرنے، بھوکے مرنے، نقصانات اُٹھانے، خطرات کا سامنا کرنے اور جان و مال کی قربانیاں دینے سے حاصل ہوئی تھی۔ آدمی کو اللہ اور اُس کے دین سے عشق نہ ہو تو وہ اس وادیِ پُرخطر میں اتر ہی نہیں سکتا، اور جب وہ اس میں اترتا ہے تو ہر چوٹ کھا کر اُس کا عشق بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہی عشق اُن بندگانِ حق کو اتنی بلندیوں پر اُٹھالے گیا۔ آپ باطل سے لڑنے اور اس کی جگہ حق قائم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائیں گے تو اللہ آپ کے ساتھ کسی بخل سے کام نہ لے گا۔

اب رہا یہ خیال کہ ہم جیسے کمزور لوگوں کے ہاتھوں اسلامی نظام کا برپا ہو جانا ہی سخت مشکل ہے، اور اگر وہ ہو بھی جائے تو تیس سال کجا، تیس دن بھی قائم نہ رہ سکے گا، تو اس کے متعلق میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے اُوپر اسلامی نظام برپا کر دینے کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے۔ بلکہ اُس کے لیے جان لڑانے کی ذمہ داری ہی ڈالی گئی ہے۔ اُس کا برپا ہونا یا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اور یہ بھی اللہ کی مشیت ہی پر منحصر ہے کہ وہ قائم ہو تو کب تک چلے اور کب تک نہ چلے۔ لہٰذا ان باتوں کو سوچ سوچ کر تھڑدلی میں مبتلا ہو جانا درست نہیں ہے۔ آپ کے کرنے کا جو کام ہے اُسے اپنی حد تک زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے سے کرنے کی کوشش کریں، اور اللہ کے کرنے کا جو کام ہے اسے اللہ پر چھوڑ دیں۔ (باقی)